تذکرہ

حضرت الاستاذ مولانا سید وقار علی دھام پوریؒ

از: مجد القدوس خبیب رومی

ولادت/ وطن

استاذ الفرائض حضرت الاستاذ مولانا سید وقار علی صاحب کی ولادت اپنے آبائی وطن دھام پور ضلع بجنور میں ہوئی، والد بزرگوار کا نام حافظ سید انظار علی صاحب مرحوم ہے جو کاروبار تعمیر سے وابستہ تھے بعد میں دہرہ دون منتقل ہو گئے تھے، مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیمی ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ۲۱ رشوال المکرم ۱۳۷۱ھ کو مختصر المعانی کی جماعت میں شامل ہوئے، اس وقت آپ کی عمر ۱۷ رسال تھی اس حساب سے سن ولادت ۱۳۵۴ھ نکلتا ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم شرح جامی تک اپنے وطن دھام پور میں استاذِ اساتذہ بجنور حضرت مولانا حافظ قاری عبدالرحیم صاحب تھے پوریؒ (شاگرد وتربیت یافتہ حضرت شاہ یٰسین نگینویؒ مجاز طریقت حضرت مولانا گنگوہیؒ) سے حاصل کی، مختصر المعانی سے دورۂ حدیث شریف اور اس کے بعد مختلف علوم وفنون کی تکمیل مادر علمی مظاہر علوم سہارنپور میں کی، اور مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری اور مولانا محمد یونس صاحب جونپوری کے تکمیل فنون کے سال ان کے ساتھ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ کے درس فنون میں بھی خصوصی سامع رہے، افسوس کہ اس کے بعد وہ درس فنون قصہ ماضی ہوگیا اور اس کے بعد کوئی ان کتابوں کا پڑھانے والا بھی یہاں نہیں رہا،

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑویؒ ذکر کرتے تھے کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹے! مجھ سے ان فنون کو پڑھ لو، آئندہ اگر پڑھنا بھی چاہو گے تو شاید کوئی پڑھانے والا بھی نہ ملے گا پھر واقعی یہی ہوا بھی کہ

رانڈ ہی ہوگئے قانون وشفا ان کے بعد

مولانا وقار علی صاحبؒ کو اپنے جملہ اساتذہ کرام سے خاص تعلق رہا اور آپ کے اساتذہ کرام کو بھی خاص توجہ رہی، خصوصاً نظم مدرسہ کے حل وعقد، نصب وعزل میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے معتمد علیہ اور تنفیذ امور کیلئے نفس ناطقہ رہے اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی بھی خاص شفقت رہی چنانچہ جب مولانا تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن دھام پور واپس جانے لگے تو حضرت مولاناؒ نے برجستہ اپنے قلبی تعلق کا اظہار بوقت رخصت یوں کیا۔

آج رخصت وقار تم ہوگے
ہم کو داغ مفارقت دوگے

فراغت

شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے اور اس سال دورۂ حدیث شریف کے تمام طلبہ میں مولانا فائق وممتاز تھے، جس کی بناء پر مدرسہ کی طرف سے حسب ضابطہ مندرجہ ذیل کتب انعامیہ مع دس روپے ''اول نمبر کل طلبہ'' کے اعزاز میں دئے گئے (۱) درر فرائد (۲) رسالہ مصر عربی (۳) رسالہ النور مکمل ایک سال کی فائل (۴) وزارۃ الشئون الاجتماعیۃ (۵) مسلسلات (۶) عقائد علماء دیوبند (۷) سرمایۂ زبان اردو (۸) گلبن ادب (۹) سیاحت زمین۔

بیعت واسترشاد

بیعت واسترشاد کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ سے رہا چنانچہ اپنے شیخ ومرشد کے بتائے ہوئے معمولات وتسبیحات کی پابندی تہجد اور باوضو مطالعہ وسبق کا اہتمام ہمیشہ رہا۔ بعد میں استفاضہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب گمتھلوی اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی رہا۔

ملازمت وتدریس

مؤرخہ ۶ رشوال المکرّم ۱۳۷۷ھ سے مدرس عربی کے عہدہ پر مادر علمی مظاہر علوم میں تقرر ہوا چنانچہ ابتدائی کتب نحو وصرف اور منطق وفلسفہ، معانی وادب، فقہ واصول فقہ کی انتہائی کتابیں مسلسل زیر درس رہیں اور تفسیر وحدیث کی کتابیں بھی پڑھائیں، سراجی کی تدریس کا سلسلہ مشکوۃ شریف پڑھنے ہی کے زمانہ سے شروع ہوگیا تھا جس کی مجموعی مدت نصف صدی ہوتی ہے، ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء .

حضرت مولانا جامعہ مظاہر علوم کے مدرس اعلیٰ اور مسلم استاذ الفرائض ہونے کے باجود از راہ تواضع وانکسار استفادۃً حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے درس ترمذی شریف میں بھی ایک سال شریک ہوئے، دوران درس ایسے علمی وتحقیقی اشکالات پیش کرتے کہ جن کو سن کر حضرت مفتی صاحبؒ متحیر ومتعجب ہوجاتے، ایک دفعہ ہنس کر دریافت فرمایا کہ مولانا یہ اشکالات آپ کہاں سے لاتے ہیں؟ مولانا نے کہا کہ حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ کو حاشیہ عبدالحکیم سیال کوٹیؒ پورا از بر تھا، ان میں سے بعض اشکالات وہیں کے ہوتے ہیں اور بعض خود میرے ہوتے ہیں، اسی طرح ہدایہ ثالث ورابع کے بعد دیگرے پڑھانے کے زمانہ میں فتح القدیر، بنایہ، عنایہ، عین الہدایہ قدیم وغیرہ شروح ہدایہ کا مطالعہ بغور فرماتے اور ہدایہ کی بعض عبارات کے حل کے لئے مذکورہ شروح وحواشی سے مسئلہ حل نہ ہوتا تو حضرت مفتی صاحبؒ سے رجوع فرماتے مگر مفتی صاحبؒ بھی مولانا کے بعض اشکالات کے حل سے قاصر رہتے اور مطالعہ وغور وخوض کے بعد صاف فرمادیتے کہ اس وقت جواب سمجھ میں نہیں آیا۔ اسی طرح مختصر المعانی پڑھانے کے دوران شروح اربعہ، حاشیہ دسوقی، مطول، نیل الامانی وغیرہ زیر مطالعہ رہتیں اور ان پر بھی دوران درس کلام فرمایا کرتے تھے اور مولانا کا سب سے معروف اور دلچسپ سبق سراجی کا ہر جمعہ کو تقریباً تین چار گھنٹے ہوا کرتا تھا جس میں شریفیہ حاشیہ سراجی اور مفید الوارثین، ضیاء الفرائض مولانا کے پیش نظر رہا کرتی تھیں۔ مولانا کو سب سے زائد مناسبت فن فرائض ہی سے محسوس ہوتی تھی، چنانچہ ایک دفعہ میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ فنون کے بعد میں نے بھی افتاء کرنا چاہا تھا مگر قاری سعید احمد صاحبؒ (سابق مفتی مظاہر علوم سہارنپور) نے پہلے ہی روز مشق افتاء کیلئے تین سوالات دئے اور ہدایت فرمائی کہ کم از کم پانچ پانچ کتابوں سے مدلل ومحول کرکے جوابات لکھو۔ بس اس کے حوالے تلاش کرنے میں جو الجھن مجھے محسوس ہوئی تو میں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ صرف سراجی کو سمجھ کر اس کی تخریج کی مشق کرلی جائے چنانچہ میں نے

حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ سے تو ضابطہ میں سراجی کا درس لیا مگر اس کی تخریج کی مشق استاذ الاساتذہ حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ سے کی۔ مولانا کو سراجی سے کیسی مناسبت تھی اس کا اندازہ ان کے معاصرین کو بخوبی تھا چنانچہ حضرت الاستاذ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے وصال پر تعزیت کیلئے مولانا سید وقار علی صاحبؒ، مولانا اطہر حسین صاحبؒ اور راقم الحروف وغیرہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند گئے وہاں مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی (مفتی دارالعلوم دیوبند) مناسخہ سے متعلق کسی استفتاء کا جواب تحریر فرما رہے تھے، مولانا نے اسے دیکھ کر بغیر کسی تاخیر کے فرمایا کہ اس میں تو یہ یہ اصطلاحی سقم ہیں، مفتی صاحب بہت محظوظ و ممنون ہوئے اور فرمایا کہ جب میں سنتا ہوں کہ جمعہ کو آپ کا درس سراجی ہوتا ہے تو میرا بھی جی چاہتا ہے کہ اس میں شرکت کروں اور اس قسم کی جو اصطلاحی کمزوریاں ہیں ان کو آپ سے دور کرلوں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا موصوف اپنے زمانہ تدریس میں نہایت تحقیق و تدقیق اور شرح وبسط سے کما حقہ کتاب پڑھاتے تھے، محض بین السطور اور حواشی تک بحث و تمحیص محدود نہ رہتی تھی بلکہ کتاب کی جملہ اردو عربی شروح بھی زیر بحث آتی تھیں۔

اساتذۂ مظاہر علوم

(۱) استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندیؒ (۲) حضرت مولانا منظور احمد خانصاحب سہارنپوریؒ، (۳) مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ، (۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ (۵) حضرت علامہ صدیق احمد صاحب فاروقی کشمیریؒ (۶) حضرت مولانا ظریف احمد صاحبؒ (۷) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ (۸) حضرت مولانا امیر صاحب کاندھلویؒ (۹) حضرت مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوریؒ (۱۰) حضرت مولانا قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندیؒ۔

ممتاز تلامذۂ کرام

(۱) حضرت مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری (۲) حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری (۳) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری (۴) جناب مولانا محمد سلمان صاحب سہارنپوری (۵) جناب مولانا محمد یعقوب صاحب سہارنپوری (۶) جناب مولانا محمد قاسم صاحب سہارنپوری (۷) جناب مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری (۸) جناب مفتی عبداللہ صاحب مظاہری ہانسوٹ (۹) جناب مفتی عبداللہ صاحب

بستوی (۹) مفتی عبداللہ پھولپوری (۱۰) مفتی عبدالحسیب اعظمی وغیرہم۔

ان ممتاز اہل علم وافتاء کے علاوہ کثیر تعداد نے آپ سے مختلف علوم وفنون بالخصوص علم میراث میں اکتساب فیض کیا ہے ان سب کو نام بنام شمار کرنا یہاں مقصود نہیں ہے۔

احقر کو بھی مولانا مرحوم سے مختصر المعانی، قطبی، ہدایہ ثالث اور سراجی پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مولانا کے اولین معلم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب تھے پوریؒ نے ایک موقعہ پر فرمایا: ''مولانا وقار علی صاحب اسلاف کا نمونہ ہیں''۔ **کثر اللّٰہ فینا امثالهم**

مولانا کے استاذ کا یہ اعتراف ان کے کیلئے بہت بڑی سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

یادگارِ زندگی

''نفیس تشریح السراجی'' ۱۴۲۳ھ (یہ تاریخی نام والد محترم ترجمان حقیقت حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ صاحب علیہ الرحمہ کا تجویز فرمودہ ہے) یہ کتاب حضرت مولانا کے درس سراجی کی ایک تقریر ہے جسے عزیز گرامی مولوی مفتی محمد علی حسن نہٹوری سلمہٗ نے دورانِ سبق مولانا کے الفاظ میں قلم بند کیا تھا، حضرت الاستاذ کا درس سراجی مظاہر علوم و دارالعلوم اور دُوسرے مرکزی مدارس میں بھی مقبول ومسلم اور مشہور ومعروف رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم، اساتذہ مظاہر علوم کی توجہ وبرکت اور خود ان کی محنت ومطالعہ کی بناء پر سراجی کے ساتھ مناسبت تامہ اور غیر معمولی شغف عطا فرمایا تھا۔ میرے نہایت مشفق ومخلص استاذ مکرم حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ نے احقر سے فرمایا تھا کہ اس وقت مظاہر علوم میں جیسی محنت اور مطالعہ مولانا وقار علی بجنوری اور مولانا یونس جونپوری کرتے ہیں اس کی مثال ونظیر دوسر جگہ ملنی مشکل ہے۔ چنانچہ اس وقت ہند وبیرون ہند کے بڑے بڑے مدارس میں مولانائے محترم کے تلامذہ ومستفیدین سراجی کی تدریس وتخریج اور علم میراث کی نشر واشاعت میں بفضلہٖ تعالیٰ مشغول ومصروف ہیں، **تقبل اللّٰہ تعالیٰ منهم**۔

مقولہ مشہور ہے ''**التلميذ نسخة استاذه**'' عزیزم مفتی محمد علی حسن نہٹوری کی یہ مرتب کردہ کتاب استاذ محترم کی تعلیم سراجی کا مثالی نمونہ ہے، عزیز موصوف مولانا مرحوم کے آخری زمانہ کے لائق وسعادت مند اور ہونہار شاگرد ہیں ان کے اس کام کے صحیح ومعتمد اور مستند ہونے کی شہادت خود حضرت الاستاذ نے دی تھی جبکہ احقر نے مولانا سے گذارش کی کہ آپ کا '' درس سراجی'' محفوظ ومنضبط ہوکر شائع ہوجاتا جس سے آئندہ دوسرے طلبہ بھی مستفید ہوتے تو مولانا نے فرمایا کہ میرے درس سراجی میں مولوی علی حسن نے جو کاپیاں لکھی

ہیں وہ میں نے دیکھ لی ہیں انہوں نے میرے الفاظ میں سبق ضبط کیا ہے، البتہ میرے یہاں ذرا تکرار کی عادت اور تفہیم کے لئے مکرر سہ کرر بات کہنے کا معمول رہا ہے اس لئے اس میں حک وفک کرکے اس کی نوک پلک درست کرادو اُس کے بعد طبع ہوجائے۔

چنانچہ احقر نے کتاب کی تعبیرات دیکھیں اوران کی اصلاح وتصحیح کرادی، مولانا مرحوم احقر کی اس خدمت سے بہت مسرور ومحظوظ ہوئے، دعائیں دیں اور فرمایا کہ کتاب پر میری جانب سے تصدیق وتوثیق بھی تم ہی لکھ دو۔ احقر نے حکم کی تعمیل کی اور بحمدہٖ تعالیٰ مولانا کی آخری یادگار ''نفیس تشریح السراجی'' مولانا کی زندگی ہی میں طبع ہوکر منصۂ شہود پر آگئی۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی اس یادگار زندگی کو مستفیدین کے لئے تادیر استفادہ کا ذریعہ بنائے اور حضرت الاستاذ، مرتب، مصحح، ناشر اور معاونین سب کی طرف سے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

چھوڑ جاتے ہیں سلف کچھ یادگارِ زندگی   جاتے جاتے دے گئے وہ بھی بہارِ زندگی
زندگی کا ماحصل وہ زرنگارِ زندگی   یعنی ''تشریح السراجی'' شاہکارِ زندگی

خشک مٹی پر وراثت کی نئی برسات ہے
اہل علم وفضل کی تو بس یہی سوغات ہے

عقد نکاح

مؤرخہ ۲رذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ رجون ۱۹۵۸ء یوم جمعہ کو جناب سید محبوب علی صاحب کی صاحبزادی سے قصبہ شیرکوٹ میں عقد ہوا، (اہلیہ محترمہ حیات ہیں، **بارک اللّٰہ فی حیاتھا**)

اولاد وبنات

پانچ صاحبزادے ہوئے جن میں سے ایک بچپن ہی میں مفقود الخبر ہوگئے، چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں جن میں ایک مولانا کی زندگی میں انتقال کرگئی بقیہ ماشاء اللہ زندہ وسلامت ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو بخیر وعافیت حیات طیبہ عطا فرمائے۔ آمین

زہد وقناعت:

ہمارے مولانا کے والد بزرگوار دہرہ دون میں پتھر وغیرہ کا کاروبار کرتے تھے، مولانا کے دوسرے

برادران بھی اسی کاروبار میں اپنے والدصاحب کے ساتھ شریک ومعاون تھے ،مگر مولانا نے مظاہرعلوم کی خدمت کواپنی زندگی کانصب العین بنالیا تھااور وہ اس میں ساری زندگی اتنے محواور منہمک رہے کہ دنیاومافیہا کی خبرہی نہ لی،چنانچہ ان کے والدمرحوم کے بعدوطن میں ان کی میراث کے ساتھ وہی ہواجوایسے موقع پرعموماًاہل دنیا کیا کرتے ہیں کہ" حاضرمیں حجت نہیں، غائب میں تلاش نہیں" پرعمل کرلیا کرتے ہیں۔ اور ہمارے مولانا مظاہرعلوم کی خدمتِ تدریس وانتظامِ تعلیم میں اتنے فنا ہوئے کہ اپناذاتی مکان تک نہ بنایا اور پوری زندگی توکل برخدا گزارگئے۔جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء من جمیع المتعلمین والمستفیدین۔آمین

صحت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولانا کی صحت ان کے اقران ومعاصرین میں سب سے اچھی اور قابل رشک تھی ، مولانا بیمارشاید ہوتے ہی نہیں تھے ،احقر نے تقریباً پچیس سال کے طویل عرصہ میں مولانا کوکبھی صحیح معنی میں بیمار نہیں دیکھا،اسی وجہ سے کبھی رخصت بیماری یاناغہ اور غیر حاضری بھی نہیں دیکھی۔

فرمایا کرتے تھے کہ میرے یہاں قوت حفظ تو ہے نہیں البتہ محنت ومطالعہ سے اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہوں،کبھی فرماتے کہ میں سورہ فاتحہ میں تو بھول سکتا ہوں لیکن سراجی میں نہیں بھول سکتا مگر واللہ غالب علی امرہ ،مولانا اپنی اخیرعمر میں نسیان کے ایسے مریض ہوئے کہ ؎

جاتا رہا وہ ذوق بھرا تھا جو قلب میں
غائب ہوا وہ ذہن جو حاضر دماغ تھا

مرض الوفات

تقدیرالٰہی سے ادھرتو حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحبؒ کا ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ میں اچانک انتقال ہوا اور ادھر ہمارے مولانا کے اعصاب پرشدید حملہ ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے مولانا جو ہمہ وقت متحرک بالفعل اور ناطق رہا کرتے تھے یکدم ساکن وصامت دکھائی دینے لگے،ضعف اعصاب کی وجہ سے نطق وگویائی متاثر ہوگئی اور جواب دہی کی قوت جواب دے گئی ،بات سنتے اور شاید سمجھتے بھی مگراس کا جواب دینے سے عاجز رہتے ،اس کیفیت میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا،دماغی رگیں خشک ہوگئی تھیں،صاحبزادگان ومتعلقین نے

حسب وسعت واستطاعت سہارنپور، دہرہ دون اور رنگون میں علاج کرایا مگر

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وقت موعود

مولانا کا وہ وقت موعود آہی گیا جس کا ان کو انتظار تھا (اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کا استحضار اور اس کی تیاری نصیب فرمائے، آمین) چنانچہ ۱۸ ربیع اول ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۱ فروری ۲۰۱۲ء شنبہ کو دن میں گیارہ بجے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے اور

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون (القرآن) ان للّٰہ ما أخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ اجل مسمی الخ (الحدیث)

بعد نماز مغرب مولانا کے خلف ارشد مولوی محمد ارشد سلمہٗ (مدرس مدرسہ مظفریہ شاخ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور) نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبل نماز عشاء قبرستان حاجی شاہ کمال سہارنپور میں اس گنجینۂ علم فرائض کو آغوش لحد کے سپرد کر دیا گیا۔۔نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہٗ۔

اپنے رب سے اپنی خدمت کا صلہ پائے گا وہ
آہ لیکن اب کبھی واپس نہیں آئے گا وہ

☆☆☆